www.KitaboSunnat.com

مقالات

پروفیسر محمد یونس☆

آلودگی کے بارے میں قرآنی تعلیمات

قرآنِ حکیم ہدایت کا ایک لازوال اور اَبدی سرچشمہ ہے جو زندگی کے ہر میدان میں انسان کی راہنمائی کرتا ہے۔ موجودہ دور میں ماحولیاتی آلودگی سے انسانیت پریشان ہے اور اس سے نجات پانے کی متلاشی ہے۔ پیش نظر مضمون میں یہ دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے کہ یہ آلودگی انسانی زندگی کے لئے کس حد تک مضرت رساں ہے؟ تاکہ اس سے دامن بچایا جاسکے......

رِجس یا رِجز کی لغوی بحث

قرآنِ حکیم میں آلودگی کی تعبیر رِجز اور رِجس سے کی گئی ہے۔ یہ دونوں اصل میں ایک ہی لفظ کی دو شکلیں ہیں۔ اصل کے اعتبار سے ان میں اضطراب اور ارتعاش کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ گندگی اور نجاست کو دیکھ کر طبیعت اور مزاج میں چونکہ سنسنی اور اضطراب کی سی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے، اس لئے گندگی اور نجاست پر ان کا اطلاق ہونے لگا۔ اس سے بڑھ کر عذاب کے معنی میں بھی ان دو کلمات کو استعمال کیا گیا ہے، کیونکہ عذاب سے بھی دلوں میں کپکپی اور اضطراب پیدا ہوتا ہے[1] فرمانِ الٰہی ہے

﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾[2] "اور اپنے کپڑے پاک رکھو اور گندگی سے دور رہو" [3]

(انگریزی ترجمہ) Thy raiment rurily. and Pollution shun.[4]

رِجز اور رُجز دو ہم معنی لغت ہیں۔ ابوالعالیہ اور ربیع نے کہا: رِجز سے نجاست اور معصیت مراد ہے جب کہ رُجز صنم کے مفہوم میں ہے۔ کلبی نے رُجز سے عذاب مراد لیا ہے[5] اس آیت کریمہ میں رُجز سے ہر قسم کی گندگی مراد ہے خواہ وہ ظاہری ہو یا باطنی، لباس و معاشرت کی ہو یا اَخلاق و اَعمال کی ہو، اَفکار و عقائد کی ہو یا اَجسام و اَبدان کی[6]۔ گندگی اور آلودگی کو رِجس یا رِجز کہا جاتا ہے۔ اسی طرح گندے آدمی کو رَجُل رِجس کا نام دیا جاتا ہے۔

رِجس (نجاست) کی اَقسام

آلودگی چار قسم کی ہوتی ہے طبعی اور فطری آلودگی جیسی کہ مردار میں پائی جاتی ہے۔ اسی لئے قرآنِ حکیم میں مردار، بہتے ہوئے خون اور خنزیر کے گوشت کو رِجس سے تعبیر کیا گیا ہے۔[7] ......

☆ پروفیسر خواجہ فرید گورنمنٹ کالج، رحیم یار خان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری قسم کی آلودگی وہ ہے جس سے عقل و ذہن کو گھن آتی ہے مثلاً شرک و بت پرستی وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ﴾[8] "پس تم بتوں کی گندگی سے بچو"......
گندگی کی تیسری قسم وہ ہے جو ازروئے شریعت ثابت ہے مثلاً شراب اور جوا وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ﴾[9] "بے شک شراب، جوا، استھان اور جوئے کے تیر گندے شیطانی کام ہیں، پس ان سے پرہیز کرو"......

چوتھی قسم کی آلودگی وہ ہے جو مذکورہ بالا تینوں قسم کی آلودگیوں کا مجموعہ ہو۔[10]

قرآن مسلمانوں کو ہر قسم کی آلودگی سے دامن بچانے کی دعوت و ترغیب دیتا ہے تاکہ وہ اس کے مضر اثرات سے محفوظ رہیں۔ قرآنِ حکیم میں اہل شرک کو نجس کہا گیا ہے[11] گویا کہ وہ عین نجاست ہیں۔ یہ نجاست ان کی باطنی خباثت اور فاسد اعتقادی کا نتیجہ ہے یا اس لئے کہ شرک ان کے ساتھ وابستہ ہے جو بمنزلہ نجاست ہے یا اس لئے کہ وہ ظاہری طہارت سے الگ رہتے ہیں، نہ غسل کرتے ہیں اور نہ نجاست سے اپنا دامن بچاتے ہیں[12] ...... اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾[13]

"یعنی اسی طرح اللہ تعالیٰ ناپاکی مسلط کر دیتا ہے ان لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے"

اس آیتِ کریمہ میں ایمان سے محرومی کا نتیجہ یہ بتلایا گیا ہے کہ ایسے لوگوں پر رجس کا تسلط ہو جاتا ہے۔ رجس سے مراد یہاں عذاب ہے یا شیطان ہے۔[14]

آلودگی اور نجاست وسیع تر مفہوم میں دو طرح کی ہو سکتی ہے ایک وہ جسے ظاہری یا حسی لحاظ سے دیکھا اور محسوس کیا جا سکتا ہے۔ دوسری آلودگی وہ ہے جو انسان کے باطن سے تعلق رکھتی ہے اور جس کے نتیجے میں انسان کفر، شرک، نفاق اور معصیت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ہر دو قسم کی آلودگی بالآخر عذاب پر منتج ہوتی ہے۔ اس عذاب میں وہی لوگ مبتلا ہوتے ہیں جو عقل سے خالی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾[15]

"وہ (اللہ تعالیٰ) رجس کو ان لوگوں پر مسلط کرتا ہے جو عقل سے کام نہیں لیتے۔"

اس آیتِ کریمہ میں کفر اور عذاب کی تعبیر کے لئے رِجس کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اپنی اصل کے اعتبار سے یہ لفظ کسی ناکارہ، فاسد اور آلودہ چیز کے مفہوم کو ادا کرتا ہے جس سے اضطراب اور جھنجھلاہٹ پیدا ہوتی ہے جیسا کہ پیچھے ذکر ہوا۔ اس آیت میں رِجس سے کفر مراد لینا اس اعتبار سے ہے کہ کفر عذاب کا سبب بنتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں عذاب کی تعبیر 'رِجس' سے کی گئی ہے۔ آلودہ چیز اور عذاب کے لئے 'رِجس' کا استعمال ان کے اس مشترکہ مفہوم کی وجہ سے ہے۔ 'رِجس' کا لفظ جس کا حامل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے یعنی ارتعاش اور اضطراب[16]۔ اہل ایمان کو ہر دو طرح کی نجاست اور آلودگی سے دامن بچانے اور ان سے طہارت حاصل کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾[17] ''بے شک اللہ تعالیٰ (گناہوں سے) توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں توبہ اور تطہیر کو اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔ توبہ گناہوں سے اپنے باطن کو پاک کرنے کا نام ہے۔ جب کہ تطہیر ظاہری نجاستوں اور گندگیوں سے اپنے ظاہر کو پاک کرنے سے عبارت ہے۔[18]

(۲) آلائش اور گندگی کو قرآن میں اَذی سے بھی تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ اس سے انسان کو اَذیت اور تکلیف پہنچتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور لوگ آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ اے نبیؐ! آپ کہہ دیجئے کہ وہ "أذی" (الائش اور گندگی) ہے۔ پس تم عورتوں سے زمانہ حیض میں الگ رہو''[19] اس آیتِ کریمہ میں "أذی" کنایہ ہے، آلائش سے اور اس لفظ کا اطلاق ناپسندیدہ قول پر بھی ہوتا ہے[20] گندگی اور آلائش سے پاکیزگی اور طہارت اختیار کرنا قرآنی تعلیمات کی روح ہے اور اسے صرف حیض سے مخصوص کرنا درست نہیں۔ حیض طبِ قدیم اور جدید ہر دو کے نزدیک ایک آلودگی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے زمانہ حیض میں عورت سے الگ رہنے (ہم بستری نہ کرنے) کا حکم دیا ہے۔ اسلام طہارت، صفائی اور نظافت کا مذہب ہے اس لئے وہ ہر قسم کی آلودگی اور نجاست سے اپنے ماننے والوں کو الگ رہنے کی تلقین کرتا ہے۔[21] آلودگی کو "أذی" سے تعبیر کرنا اس کی مضرت رسانی کو واضح کرنے کے لئے ہے کیونکہ لغت میں "أذی" سے مراد وہ ضرر ہوتا ہے جو کسی جاندار کی روح یا جسم کو پہنچے۔ خواہ وہ ضرر دنیوی نوعیت کا ہو یا اُخروی نوعیت کا ہو۔[22]

(۳) عربی لغت میں نجاست اور گندگی کے لئے "قَذِر" کا لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں اس کی تعبیر رجس، أذی اور نجس کی اصطلاحات سے کی گئی ہے۔ قذر کا متضاد طہارت اور نظافت ہے۔ نظافت کا حصول صرف اسی صورت میں ممکن ہوتا ہے جب حالتِ قذر کو زائل کر دیا جائے۔ طہارت اصل میں دو قسم کی ہوتی ہے ایک حقیقی طہارت جو ظاہری آلودگی اور گندگی کو دور کرنے سے میسر آتی ہے دوسری حکمی طہارت جو حَدَث سے پاکیزگی کا مطالبہ کرتی ہے۔ حدث وہ پلیدی ہے جو بظاہر نظر نہیں آتی مگر شریعت کے حکم سے ثابت ہوتی ہے مثلاً بے وضو ہونا یا حالتِ جنابت میں ہونے کے باعث غسل کا محتاج ہوتا۔ حدث سے طہارت حاصل کرنے کے لئے وضو، غسل یا تیمم کی ضرورت ہوتی ہے[23] اسلام کی طہارت پسندی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ نماز جیسی عبادت کے لئے وضو کو شرط قرار دیا جائے جو طہارت حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے اگر غسل کی ضرورت ہو تو اس کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہتمام کیا جائے۔پانی کی عدم موجودگی میں تیمم کی رعایت دی جائے۔اسلام کی اس تعلیم کو قرآنِ حکیم میں خصوصیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔[۲۴] پانی کو اللہ تعالیٰ نے نجاست اور آلودگی سے طہارت حاصل کرنے کا خاص وسیلہ بنایا ہے۔اس لئے قرآن حکیم میں پانی کی اس صفت کا بطورِ خاص ذکر کیا گیا۔ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُوْرًا﴾[۲۵] ''اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا جو خود طہارت والا ہے''اس آیتِ کریمہ میں پانی کے جس خاص وصف طھُوْر کا ذکر کیا گیا ہے، فقہاء نے اس سے یہ استنباط کیا ہے کہ حکمی نجاستوں سے ازالہ صرف آبِ خالص ہی سے ممکن ہے۔[۲۶]

ماحولیاتی آلودگی

آلودہ پانی اور ہوا: کسی جاندار یا انسان کے اردگرد کی مادّی چیزیں یا لوازمات جو اس جاندار یا انسان کی زندگی اور نشوونما پر اثرانداز ہوں، وہ اس کا ماحول (Environment) بناتی ہیں۔[۲۷] انسانی ماحول میں پانی اور ہوا کو خصوصی اہمیت حاصل ہے، کیونکہ انسانی زندگی ان کے بغیر ناممکن ہے۔یہی وجہ ہے کہ ان کی آلودگی انسان کے لئے تباہ کن ثابت ہوسکتی ہے۔ قرآنِ حکیم میں ایسے واقعات ملتے ہیں جن میں سرکش اور نافرمان قوموں کی گوشمالی اور سزا کے لئے آلودہ پانی اور ہوا کا ذکر موجود ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِىْ اِسْرَاءِيْلَ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰى اَجَلٍ هُمْ بَالِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ﴾[۲۸]

''پس ہم نے ان پر طوفان، ٹڈیاں، جوئیں، مینڈک اور خون، تفصیلی نشانیوں کے طور پر بھیجے تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے اور جب ان پر کوئی آفت آتی تو کہتے کہ اے موسیٰ! اس عہد کے حوالے سے جو اس نے تم سے کر رکھا ہے، تم اپنے رب سے ہمارے حق میں دعا کرو۔ اگر تو نے ہم سے یہ آفت دور کردی تو ہم تمہاری بات ضرور مان لیں گے اور بنی اسرائیل کو تیرے ہمراہ بھیج دیں گے۔ پھر جب ہم آفت کو کچھ مدت کے لئے، جن تک وہ پہنچنے والے ہوتے، دور کردیتے تو فتناً وہ عہد توڑ دیتے''

ان آیات میں قومِ فرعون کو جھنجھوڑنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے جن پانچ آفتوں کا ذکر کیا ہے، ان میں طوفان، ٹڈیاں، جوئیں، مینڈک اور خون شامل ہیں۔ عربی زبان میں طُوفَان ہر شدید اور ملک گیر حادثہ (ابتلاء) کو کہا جاتا ہے۔ یہاں اس سے مراد آتشیں ژالہ باری ہے جس کا ذکر تورات میں آیا ہے۔[۲۹] ابن عباسؓ کے بقول طوفان سے مراد کھیتی اور پھلوں کو ڈبو دینے والی بارشیں ہیں۔ مجاہدؒ نے اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے پانی اور طاعون کا طوفان مراد لیا ہے۔(۳۰) پانی ان کے گھروں میں داخل ہو گیا اور بیٹھے ہوئے لوگوں کے حلق تک پہنچ گیا یہ کیفیت سات دنوں تک رہی...... جَرَاد سے ٹڈیاں مراد ہیں۔ جو ان کی کھیتیوں اور پھلوں کو چٹ کر گئیں...... قُمّل جوئیں، چیچڑ، سسری، حشرات اور کیڑے مکوڑوں کی تعبیر ہے جو ٹڈیوں سے بچی ہوئی غذائی اجناس کو تباہ کرنے پر مامور تھے...... ضَفَادِع سے مینڈک مراد ہیں جن سے انکے گھروں اور کھانے پینے کی چیزیں بھر گئیں۔ دَم اس خون کی تعبیر ہے جو انکے پانیوں میں شامل ہو گیا۔(۳۱)

قومِ ثمود اور قومِ عاد کی ہلاکت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ﴾(۳۲)

"پس جہاں تک ثَمُود کا تعلق ہے تو وہ طَاغِيَة (حد سے بڑھی ہوئی آفت) کے ذریعے ہلاک کردیئے گئے اور جہاں تک عَاد کا تعلق ہے تو وہ ایک بے قابو طوفانی ہوا سے تباہ کردیئے گئے"

ان آیات سے طَاغِيَة سے مراد حد سے بڑھی ہوئی چنگھاڑ ہے اور رِيْحٍ صَرْصَرٍ بے حد ٹھنڈی اور شدید الصوت ہوا کی تعبیر ہے۔ صرصر کے ساتھ عَاتِيَةٍ کی صفت اس ہوا کی بڑی ہوئی ٹھنڈک اور آواز کو ظاہر کر رہی ہے۔(۳۳) قومِ عاد کی ہلاکت کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو ہوا چلائی، اس کے بارے میں کہ وہ الرِّيْحُ الْعَقِيْم تھی جس چیز پر سے اس کا گزر ہوتا تھا، اسے گلی ہوئی اور بوسیدہ ہڈیوں کی طرح بنا دیتی تھی۔(۳۴)...... آواز کی شدت فضائی آلودگی کا باعث بن کر زندگی کو نقصان پہنچاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا کی نافرمان کئی قومیں خدا کے اس عذاب کی زد میں آکر ہلاک ہوئیں۔ حبیب نجار کی قوم کے بارے میں فرمایا کہ ان کی ہلاکت ایک زوردار چنگھاڑ کے ذریعے ہوئے۔ اس چنگھاڑ سے وہ بجھ کر رہ گئے۔(۳۵) قیامت برپا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے پر مامور فرمایا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:(۳۶)

﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ﴾

"اور صور میں پھونکا جائے گا تو ہر وہ ذی روح چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے، بے ہوش ہو کر موت کی آغوش میں چلی جائے گی، سوائے اس کے جسے اللہ چاہے۔"

اس آیتِ کریمہ میں قیامت کے دن صُور میں پھونکے جانے کا ذکر آیا ہے۔ صُور ایک قسم کا سینگ ہے جس میں حضرت اسرافیل علیہ السلام پھونکیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "حضرت اسرافیل علیہ السلام صور کو منہ میں لے کر اپنی گردن کو جھکائے ہوئے انتظار کر رہے ہیں کہ کب انہیں اس میں پھونکنے کا حکم ملتا ہے۔"(۳۷)

دھواں: دھواں بھی فضائی آلودگی کا باعث بنتا ہے اور اس کی شدت عذابِ الٰہی بن جاتی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منکرین حق کو اللہ تعالیٰ نے اس عذاب سے ڈراتے ہوئے فرمایا: "پس تم لوگ اس دن کا انتظار کرو جس دن آسمان ایک کھلے دھوئیں ﴿دُخَانٌ مُّبِيْنٌ﴾ کے ساتھ نمودار ہوگا۔ وہ دھواں لوگوں کو ڈھانپ لے گا۔ یہ ایک دردناک عذاب ہے[۳۸] قرآنِ حکیم میں ان آیات میں دھوئیں کے لئے دُخَان کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے اور مُبین کو اس کی صفت کے طور پر لایا گیا ہے۔ جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ وہ دھواں ہر ایک کو نظر آئے گا، اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہ ہوگی۔ مفسرین کا ایک گروہ اس سے وہ دھواں مراد لیتا ہے جو قیامت کے قریب نمودار ہوگا۔ ایک دوسرا گروہ اس سے قحط سالی مراد لیتا ہے۔ مگر کلامِ عرب میں اس کلمہ کا استعمال یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ عذابِ الٰہی بن کر اٹھنے والے غبار کی تعبیر ہے جس سے کئی سرکش قومیں ہلاک کی گئیں۔[۳۹]

قرآنی تعلیمات سے ظاہر ہوتا ہے کہ فضائی آلودگی اللہ کا عذاب بن کر زندگی کے لئے ہلاکت اور تباہی کا سبب بن جاتی ہے۔ یہ عذاب سرکش اور نافرمان قوموں کو سزا دینے کے لئے حرکت میں آتا ہے۔ انسان کے اَخلاق واَعمال جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی پر مبنی ہوں وہ اس عذاب کو دعوت دیتے ہیں۔ انسان احکامِ الٰہی پر عمل کرکے اس عذاب سے چھٹکارا حاصل کرسکتا ہے۔ انسان کو یہ استطاعت بخشی گئی ہے کہ وہ علم وعقل کی بدولت اپنے مادّی ماحول کو مسخر کرکے اپنے لئے سازگار بنا سکے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً﴾[۴۰] "اور کیا تم لوگوں کی اس پر نظر نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر اس چیز کو جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے تمہاری خدمت کے لئے لگا رکھا ہے اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کر رکھی ہیں"

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں انسانوں کی توجہ اپنی نعمتوں کی طرف دلائی ہے جن سے انہیں نوازا گیا ہے تاکہ وہ اس کا شکر ادا کریں اور نعمتوں کو اس کی مرضی کے مطابق استعمال کریں۔ انسان جب ان نعمتوں کو اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرتا ہے تو اس سے انسانی زندگی بگڑ جاتی ہے۔ جب یہ بگاڑ ایک خاص حد تک پہنچ جائے تو عذابِ الٰہی حرکت میں آتا ہے۔ انسانی خدمت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور قوتیں عذاب کی شکل اختیار کرکے انسانوں کا اِحاطہ کرلیتی ہیں، اس طرح ان کی جڑ کاٹ دی جاتی ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ اصلاحی، امین احسن: تدبر قرآن، لاہور، مرکزی انجمن خدام القرآن ۱۹۷۳ء، ج۱، ص ۱۶۶ ...... ۲۔ القرآن، ۷۴:۵

۳۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، ۱۹۷۵ء، ج۶ ص ۱۴۲

۴۔ پکتھال، مارماڈیوک، دی گلوریس قرآن، لاہور، تاج کمپنی، سورۃ المدثر، ۵

 محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔پانی پتی، قاضی ثناءاللہ، تفسیر مظہری، کوئٹہ، مکتبہ رشیدیہ، ج ۱۰، ص ۱۲۵

۶۔مودودی، تفہیم القرآن، ج ۶ ص ۱۴۵ ...... ۷۔القرآن، ۱۴۶:۶ ...... ۸۔القرآن، ۳۰:۲۲ ...... ۹۔القرآن، ۹۰:۵

۱۰۔اصفہانی، امام راغب، المفردات فی غریب القرآن، کراچی، میر محمد کتب خانہ، ص ۱۸۸ ...... ۱۱۔القرآن، ۲۸:۹

۱۲۔آلوسی، شہاب الدین سید محمود، روح المعانی، ملتان، مکتبہ امدادیہ، ج ۱۰ ص ۷۶ ...... ۱۳۔القرآن، ۱۲۶:۶

۱۴۔محلی و سیوطی، جلال الدین، تفسیر جلالین، کراچی، تاج کمپنی، ص ۱۴۵ ...... ۱۵۔القرآن، ۱۰۰:۱۰

۱۶۔آلوسی، روح المعانی، ج ۱۱ ص ۱۹۴ ...... ۱۷۔القرآن، ۲۲۲:۲

۱۸۔اصلاحی، تدبر القرآن، ج ۱، ص ۴۸۲ ...... ۱۹۔القرآن، ۲۲۲:۲

۲۰۔شوکانی، محمد بن علی، فتح القدیر، لبنان (بیروت) دار احیاء التراث العربی، ج ۱، ص ۲۲۵

۲۱۔عبدالماجد دریا آبادی، تفسیر ماجدی، کراچی، تاج کمپنی، ص ۸۹ ...... ۲۲۔اصفہانی، المفردات، ص ۱۵

۲۳۔الکاسانی، علاؤ الدین ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع، ۱۴۰۰ھ، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی، ج ۱ ص ۳

۲۴۔القرآن، ۶:۵ ...... ۲۵۔القرآن، ۴۸:۲۵ ...... ۲۶۔دریا آبادی، تفسیر ماجدی، ص ۷۳۷

۲۷۔ہاکنز، جائس ایم و رابرٹ ایلن: آکسفورڈ انسائیکلو پیڈک ڈکشنری، ۱۹۹۱ء، لندن آکسفورڈ، ص ۴۷۸

۲۸۔القرآن، ۷:۱۳۳۔۱۳۵ ...... ۲۹۔دریا آبادی، تفسیر ماجدی، ص ۳۵۳

۳۰۔ابن کثیر، حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل دمشقی: تفسیر القرآن العظیم، ۱۹۹۴ء، ریاض، دار السلام، ج ۲، ص ۳۲۰

۳۱۔جلال الدین: تفسیر جلالین، ص ۱۶۷ ...... ۳۲۔القرآن، ۶۹:۵۔۶

۳۳۔پانی پتی: تفسیر مظہری، ج ۱۰، ص ۴۸۔۴۹ ...... ۳۴۔القرآن، ۵۱:۴۱۔۴۲ ...... ۳۵۔القرآن، ۲۹:۳۶

۳۶۔القرآن، ۶۸:۳۹ ...... ۳۷۔ابن کثیر: تفسیر القرآن العظیم، ج ۲، ص ۱۹۷

۳۸۔القرآن، ۱۰:۴۴۔۱۱ ...... ۳۹۔اصلاحی: تدبر قرآن، ج ۶، ص ۲۷۴۔۲۷۵ ...... ۴۰۔القرآن، ۲۰:۳۱

﴿وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ﴾ اور جو بھی تم نیکی کا کام بجالاتے ہو، اللہ اس کو خوب جانتا ہے...... القرآن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ